© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

کسی اہم کام کا سرانجام پا جانا بلاشبہ کافی حد تک اطمینان کا موجب ہوتا ہے۔ مگر جس انداز سے وہ کام تکمیل کے مختلف مراحل طے کرتا ہے اِسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کے اندازِ تکمیل ہی سے اس کام کو سرانجام دینے والوں کی نیتوں، ان کے حقیقی عزائم اور اُن کے رجحانات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ اسلام کے بنیادی فریضہ نماز کو ہی لیجئے۔ ایک مسلمان جس انداز سے اس فرض کو انجام دیتا ہے اسے دیکھتے ہوئے اس حقیقت کا پتہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہوتا کہ یہ شخص کس جذبہ اور احساس کے ساتھ اس فرض کو سرانجام دے رہا ہے۔ دلوں کا حال تو خدا ہی جانتا ہے مگر دلی کیفیات کی مخفی چنگاریاں اندرونی حرارت کا پتہ دے دیتی ہیں اور جو شخص بھی ان کے قریب ہوتا ہے وہ ان کی گرمی کو لازمی طور پر محسوس کرتا ہے گو وہ ان چنگاریوں کو دیکھ نہیں پاتا۔ خلوص دوسرے جذبات کی طرح ایک ایسا جذبہ ہے جو دوسرے انسانوں میں بڑی سرعت کے ساتھ سرایت کرتا ہے اور اپنے وجود کو اُن سے تسلیم کرواتا ہے۔ کسی قوم کے رہنماؤں کا خلوص اور اُس کی فلاح و بہبود کے لیے اُن کا جذبۂ صادق اور عزم راسخ سہانے خواب کی طرح لاشعور کے عالم میں کسی عارضی اور وقتی مسرت کا باعث نہیں بنتے بلکہ اس قوم کے دل و دماغ پر بڑے دوررس نتائج مرتب کرتے ہیں جن کی ضیا پاشیوں سے نہ صرف اس کے شعور کی لوح منور ہوتی ہے بلکہ زندگی کے سارے شعبے جگمگا اُٹھتے ہیں۔

ہمارے ملک کے لیے مختلف حلقوں کی مفاہمت کے ساتھ دستور کا پاس ہو جانا حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف دونوں کے لیے مژدہ جانفزا ہے۔ اور اسے کامرانی کا ایک بہت بڑا مرحلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ مگر جس انداز سے راہوارِ دستور منزلِ مقصود تک پہنچا ہے اور راستے میں جو مختلف موانع پیش آئے ہیں اور انہیں دور کرنے کے لیے جو جتن کرنے پڑے ہیں اُنہیں دیکھتے ہوئے اس بات کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑی آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کسی نہایت ہی آمرانہ مزاج اور آمرانہ عزائم رکھنے والے آدمی کو بڑی مشکل کے ساتھ اس بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ اس حقیقت کو پوری طرح نہ سہی مگر کسی نہ کسی حد تک تسلیم کرے کہ پاکستانی عوام بھیڑوں کا گلہ نہیں جسے اقتدار کی لاٹھی جس طرف چاہے ہانک کرلے جائے بلکہ صاحبِ ارادہ اور صاحبِ شعور مخلوق کی ایک ایسی اجتماعی ہیئت ہے جو اپنے انسانی حقوق اور فرائض کا کچھ نہ کچھ احساس رکھتی ہے۔ اس حقیقت کو منوانے کے لیے حزبِ اختلاف کو بڑی تگ و دو کرنا پڑی اور سرتوڑ کوششوں کے بعد صدر صاحب اسے ماننے پر آمادہ ہوئے۔

جو لوگ حزبِ اختلاف کے ساتھ اس جدوجہد میں عملاً شریک رہے ہیں یا جنہوں نے اس جدوجہد کا ذرا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے اُن کے لیے اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ حزبِ اختلاف کو اس آزاد سرزمین میں شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے بالکل اسی طرح ہاتھ پاؤں مارنے پڑے ہیں جس طرح کہ آزادی سے پہلے غیر ملکی آقاؤں کو یہ باور کرانے کے لیے جدوجہد کرنی پڑتی تھی کہ پاک و ہند کی سرزمین میں جو لوگ آباد ہیں وہ بہر حال انسان ہیں اور اس بنا پر وہ بعض ایسے حقوق رکھتے ہیں جنہیں غیر ملکی سامراج نگلنے کا کوئی حق نہیں رکھتا اور اگر وہ ایسا کر رہا ہے تو وہ انصاف اور انسانیت دونوں کا خون کر رہا ہے۔

آزادی کا سورج طلوع ہونے سے پیشتر انسانی حقوق پر غیر ملکی آقاؤں کی یلغار اور باشندگانِ ملک کی طرف سے ان کے تحفظ کے لیے بھرپور جنگ کوئی ایسی صورت حال نہ تھی جسے سمجھا نہ جا سکتا ہو۔ غیر ملکی حکومت کا اپنی سامراجی فطرت کے تحت عوام کے حقوق پامال کرنا خلافِ توقع نہ تھا کیونکہ ان حقوق کو پامال کر کے ہی وہ اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کر سکتی تھی دوسری طرف اہلِ ملک کو بھی اس بات کا پورا طرح احساس تھا کہ جو قوم سات سمندر پار کر کے بالجبر اس کی سرزمین پر قابض ہوتی ہے وہ فرشتۂ رحمت بن کر تو نہیں آتی بلکہ دیوِ استبداد بن کر نازل ہوتی ہے۔ اور اس کا مدعا ظلم و استحصال ہے۔ وہ جتنی دیر یہاں مسلط رہے گی اس عمل کو جاری رکھے گی۔

آزادی کے بعد حاکم و محکوم کے درمیان اس باہمی آویزش کو از خود ختم ہو جانا چاہیئے تھا اور ملک کے حکمرانوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر کے اقتدار کی مسند پر متمکن ہونا چاہیئے تھا کہ وہ کسی دوسری قوم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گردن پر مسلط نہیں ہیں بلکہ خود اُن کی اپنی قوم نے امورِ مملکت چلانے کا کام بطور امانت اُن کے سپرد کر رکھا ہے اس لیے اُنہیں اپنی ساری صلاحیتیں قوم کی فلاح و بہبود کے لیے صرف کرنی چاہئیں، اور جان بوجھ کر کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہیئے جس سے قوم کے کسی طبقے میں بھی یہ احساس پیدا ہو کہ حکمران امانت میں خیانت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

پھر حکمران طبقے کو یہ بات بھی ہر وقت اپنے پیش نظر رکھنی چاہیئے تھی اور اب بھی رکھنی چاہیے کہ اقتدار کسی فرد یا گروہ کا پیدائشی یا موروثی حق نہیں جس سے وہ کبھی محروم نہیں کیا جا سکتا۔ جمہوریت کے اندر اقتدار بالکل آنی جانی شے ہے۔ آج اگر یہ ایک گروہ اور طبقے کے ہاتھ میں ہے تو کل دوسرے گروہ اور طبقے کے ہاتھ میں آسکتا ہے۔ کسی جمہوری ملک میں اچھے حکمران وہی لوگ ثابت ہوتے ہیں جو نشۂ اقتدار میں بدمست نہیں ہوتے اور ہوش و خرد سے دستبرداری کا اعلان نہیں کرتے بلکہ اقتدار کی مسند پر بیٹھ کر اس حقیقت کو ہمیشہ نگاہ میں رکھتے ہیں کہ اُنہیں کل اس مسند کو چھوڑ کر عوام کی صفوں میں واپس جانا ہوگا۔ اس لیے اُنہیں کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہیئے جس سے وہ مسندِ اقتدار چھن جانے کے بعد عوام سے آنکھیں نہ ملا سکیں بلکہ اُنہیں عہدِ اقتدار میں بھلائی کے ایسے کام کرنے چاہئیں کہ کل جب وہ اقتدار سے محروم ہو کر عوام کے سامنے آئیں تو انہیں اُن کی نظر میں عزت و احترام کا ایک ایسا بلند مقام حاصل ہو جو دورِ اقتدار میں بھی انہیں حاصل نہ تھا۔ مسندِ اقتدار کے ساتھ اِس نوعیت کی وابستگی کوئی ایسی چیز نہیں جسے محض خیالی کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ جن ممالک میں بھی نظامِ مملکت جمہوری اصولوں اور جمہوری روایات کے مطابق چلایا جاتا ہے وہاں اقتدار کو کوئی ذاتی جاگیر سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ تختِ اقتدار پر متمکن ہونے والے افراد اس حقیقت کو نگاہ میں رکھ کر ملک کی زمامِ کار سنبھالتے ہیں کہ انہیں قوم نے بعض مقدس عزائم کی تکمیل اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے اقتدار کی قوت فراہم کی ہے اس لیے اُنہیں اس قوت سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ عوام میں اُنہیں مقبولیت حاصل ہو اور وہ ایوانِ اقتدار کے اندر اور باہر دونوں جگہوں پر یکساں احترام کی نگاہ سے دیکھے جائیں۔

اقتدار کے بارے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ایسا قول مشہور ہے جو پوری تاریخ حکمرانی کا تابناک عنوان بن سکتا ہے۔ حضور سرورِ دو عالم کے اس فدائی سے کسی صحابی نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ حکمران کس قسم کا ہونا چاہیئے تو اس عارفِ ربانی نے برجستہ کہا کہ حکمران ایسا ہونا چاہیے کہ وہ جب مسندِ اقتدار پر فائز ہو تو عوام اسے اپنے میں سے ایک فرد سمجھیں اور وہ جب مسندِ اقتدار سے ہٹ جائے تو وہ معاشرے میں اس طرح نمایاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو گویا کہ وہ صاحبِ اقتدار ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس کی عزت و توقیر اس مسند کی رہینِ منت نہ ہو جس پر وہ فائز ہے، بلکہ اس کے ذاتی اوصاف اور اچھے اخلاق کی وجہ سے عوام اسے سر آنکھوں پر بٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ جو لوگ مسندِ اقتدار کو عوام میں اپنی مقبولیت قائم کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ ہمیشہ خود فریبی کا شکار رہتے ہیں کیونکہ جونہی وہ اس مسند سے ہٹتے ہیں بلکہ جس وقت ان کے اقتدار کا سنگھاسن ڈولتا نظر آتا ہے تو لوگ اُن سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ جب واجب الاحترام مسندِ اقتدار ہے نہ کہ وہ فرد جو اس پر براجمان تو لوگوں کو اس بات کی آخر کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ مسند کے بجائے فرد سے اپنے آپ کو وابستہ رکھیں اِلّا یہ کہ فرد ایک ایسی قابلِ قدر شخصیت ہو کہ جس کی وجہ سے مسند کی رونق اور عزت میں اضافہ ہو اور جس کے مسند سے الگ ہو جانے کے بعد اس کا وقار گر جانے کا اندیشہ ہو۔

اسے ہماری بدقسمتی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ نے نوعِ انسانی کو حکمرانی کے بارے میں جو سبق دیا ہے اُسے ہمیشہ بھلانے کی کوشش کی گئی ہے اور اپنی ذاتی خوبیوں کو اپنی مقبولیت کا ذریعہ بنانے کے بجائے تختِ اقتدار کو اپنی سربلندی کا زینہ بنانے کی سعی کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مہم جو اور طالع آزما افراد سازشوں، دھوکے بازیوں، جھوٹے وعدوں، عوام کے جذبات سے کھیل کر اور اسی نوعیت کی دوسری اخلاق سوز حرکتوں کے ذریعے تختِ اقتدار پر مسلط ہو جاتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے فخرِ ایشیا، عمرِ ثانی اور قوم کے نجات دہندہ کہلانے لگتے ہیں۔ ان کے مصاحبین اور حکومت کے نشر و اشاعت کے وسیع ذرائع ان کی برتری اور عظمت کا اس طرح پراپیگنڈا کرتے ہیں گویا کہ ان کے علاوہ دنیا میں کوئی دوسری قابلِ احترام شخصیت موجود نہیں اور وہ صرف اپنے ملک اور قوم کے ہی قابلِ فخر نجات دہندہ نہیں بلکہ پوری نوعِ بشری کے نجات دہندہ ہیں۔ چشمِ فلک نے آج تک ان جیسا عادل، ایثار پیشہ اور مدبر صاحبِ اقتدار کوئی دوسرا نہیں دیکھا مگر جونہی تختِ اقتدار اُن سے چھنتا ہے وہ ان صفات میں سے کسی ایک صفت کے بھی حامل نہیں رہتے بلکہ ان کے برعکس عیوب کا مجموعہ بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہے کہ ہماری قوم کے ان افراد نے جنہیں حکمرانی کا شوق ہے انہوں نے ابھی تک اس حقیقت کو نہیں سمجھا کہ اقتدار کے ذریعے حاصل کردہ جاہ و جلال کی حیثیت ملمع سازی کی سی ہوتی ہے۔ جب ملمع اُترتا ہے تو باقی مس خام رہ جاتا ہے جو کسی قدر کا مستحق نہیں ہوتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقتدار کے بارے میں ہماری دوسری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے اکثر و بیشتر حکمرانوں نے اس عظیم فرق کو ابھی تک نہیں سمجھا جو اپنی قوم کے سربراہوں اور غیر ملکی حکمرانوں کے نقطہ نظر میں پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں جو بھی مسندِ اقتدار پر آیا ہے اس نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی کہ وہ اُسی قوم کا ایک فرد ہے جس نے اُسے زمامِ کار سونپی ہے۔ اس بنا پر وہ اپنے دورِ حکمرانی میں جو اچھے بُرے کام بھی کرے گا اس کے اثرات اس کی ذات اور اس کے مستقبل پر مترتب ہوں گے۔ اگر وہ خیر اور بھلائی کے کام کرے گا، معاشرے میں عدل و انصاف کے قیام کے لیے اور ظلم اور ناانصافی کو مٹانے کے لیے وہ جو موثر قدم بھی اٹھائیگا تو اس سے اگر ایک طرف اُسے شہرت اور ناموری حاصل ہو گی تو دوسری طرف معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے خود اس کی ذات اور اس کی اولاد اور اس کے خاندان اور اس کی قوم کو فائدہ پہنچے گا اور اس کے مقابلے میں وہ بُرائی کے جتنے کام کرے گا، اپنے عہدِ حکمرانی میں ظلم و استبداد کی جتنی ناپسندیدہ اور اخلاق سوز روایات چھوڑ جائیگا ان کا عذاب اُس پر اور اس کے خاندان پر بھی مسلط ہو گا اور کسی صورت میں بھی ان سے بچ نہ سکے گا۔ خدا کی یہ سنت ہے کہ جب ایک فرد یا گروہ برائی کے ارتکاب پر مصر ہوتا ہے تو خالق نہ صرف اس کی فطرت کو مسخ کرتا ہے بلکہ اُسے بصیرت سے بھی محروم کر دیتا ہے اور وہ دور کے حالات و واقعات سے تو کیا اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے والے حادثات سے بھی کوئی عبرت نہیں پکڑتا۔ اُس کی نگاہیں صبح و شام بلکہ ہر آن ظالموں کے انجام کو دیکھتی ہیں۔ مگر اسے جب بھی ظلم کرنے کی قوت اور موقع فراہم ہوتا ہے تو وہ فوراً اس کے نتائج سے بے پروا ہو کر اس کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور اس غلط فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ اس کا انجام دوسرے ظالموں کے انجام سے بہر طور مختلف ہو گا اور اس کی ذات ظلم کے خوفناک انجام سے ہر طرح محفوظ و مامون رہے گی۔

ہماری قوم کو حال ہی میں جو دستور ملا ہے اس میں اقتدار کے چٹورپن اور اُسے ناجائز مفادات کے حصول کا موثر ذریعہ سمجھنے کی وجہ سے جو غلط رجحانات کسی صاحبِ اقتدار کے اندر پیدا ہو سکتے ہیں اُن کی جھلک دستور میں بادنیٰ تامل دیکھی جا سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ الفاظ کی حد تک عوام کو چند حقوق دیے گئے ہیں مگر ان حقوق کی نوعیت بددلی سے دی ہوئی ان مراعات (UNGRUDGING CONCESSIONS) کی سی ہے جو ایک آمرِ مطلق عوام کے اصرار اور دباؤ کی وجہ سے انہیں بخش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دینے پر مجبور ہوتا ہے ورنہ دستور کی ایک ایک شق سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ سارے اختیارات کا مرکز و محور تنہا وزیر اعظم کی ذات ہے۔ اور یہ وزاتِ عظمیٰ صرف ایک شخص کے لیے مختص ہے اس بنا پر اگر اس شخص نے اپنے لامحدود اختیارات پر کوئی پابندی عائد کی ہے تو یہ اُس نے اپنی ذات پر زیادتی کرتے ہوئے قوم پر احسانِ عظیم کیا ہے، ورنہ حقیقت میں اقتدار اسی کے ہاتھ میں مرتکز رہنا چاہیئے اور کسی دوسرے فرد یا گروہ کو اس ارتکاز پر کوئی اعتراض نہ کرنا چاہیے بلکہ خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ قوم کے ایک مخلص بندے نے اختیارات کا سارا بوجھ تنہا اپنی کمر پر لاد لیا ہے اور ساری قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائی ہے۔

اس قسم کا دستور جو صرف ایک شخص کے اختیارات کو تحفظ دینے کے لیے اور زندگی کے سارے شعبوں پر اس کی بالادستی قائم کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہو اس کا حشر اور خود اس شخص کا حشر جس کی خوشنودی کی خاطر یہ سب دھاندلیاں کی جاتی ہیں اسی نوعیت کے آمرانہ دساتیر اور آمرانہ مزاج رکھنے والے اصحابِ اقتدار سے کسی طرح مختلف نہیں ہو سکتا۔ بھلائی ہی بھلائی کو جنم دیتی ہے اور بُرائی کے بطن سے بُرائی ہی نمودار ہوتی ہے خدا کا اپنی مخلوق پر یہ بھی ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے خیر اور بھلائی کو دوام بخشا ہے۔ مگر فساد اور بُرائی کے اندر ایسے ڈائنامائٹ بچھا دیے ہیں کہ اگر باہر سے اُسے مٹانے کی کوئی صورت پیدا نہ ہو رہی ہو تو اس کے اندر سے اس کی تباہی کا سامان ہو جاتا ہے۔ کسی انسان کا غیر مسؤل اقتدار بھی ایک ایسی بُرائی ہے جسے مٹانے کا خود قدرت نے انتظام کیا ہے کیونکہ اسی سے انسان پر انسان کی خدائی قائم ہوتی ہے رحمتِ باری آخر اس اندوھناک صورتِ حال کو کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ اُس ذریعہ کو پائیداری عطا کرے جس سے انسان پر انسان کی کبریائی قائم ہونے کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔ چنانچہ قادرِ مطلق نے اسے تباہ کرنے کا یوں انتظام کیا ہے کہ جو شخص بھی غیر محدود اختیارات کا جس قدر حریص ہوتا ہے اُسی نسبت سے وہ ایسے ظالمانہ ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے جس سے اس کی شہرت کو نقصان پہنچتا ہے اور عوام میں اس کی ساکھ گرنے لگتی ہے۔ اپنی اس گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دینے کے لیے وہ اپنے ارد گرد ایسے لوگ جمع کرتا ہے جو اسے یاد کراتے رہتے ہیں کہ حضور کا اقبال بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے، حضور کی عزت و شہرت کا ستارہ اوجِ ثریا پر ہے، حضور کے کروڑوں پرستار حضور کی خاطر اپنی جانیں نثار کرنے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ بس حضور کے اشارہ ابرو چشم کے منتظر ہیں۔ اقتدار کے ایوانوں کی خواہ وہ ماضی کے ہوں یا حال کے ہمیشہ سے یہ ریت رہی ہے کہ اگر یہ حوصلہ مند ہذبہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منصف مزاج اور خدا ترس لوگوں سے آباد ہوں تو پھر خوشامدیوں کو ان کے اندر راہ پانے کے کوئی زیادہ مواقع فراہم نہیں ہوتے بلکہ اِن کے اندر ان لوگوں کی پذیرائی ہوتی ہے جو حق بات کہنے کی جرأت اور حوصلہ رکھتے ہوں مگر جب یہ ایوان ظالموں اور فساق و فجار سے بھر جاتے ہیں اور عوام ان کے ظلم و ستم کے خلاف دہائی دینے لگتے ہیں تو پھر یہ سفاک حکمراں اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے کے لیے قصیدہ خوانوں کی فوج بلا لیتے ہیں تاکہ وہ ان کی ثنا خوانی میں مصروف ہو جائیں۔ اس طرح بگڑے ہوئے حکمراں اپنے آپ کو فریب دینے کا سامان کرتے رہتے ہیں مگر اس سے زندگی کے تلخ حقائق تو نہیں بدلتے اور نہ بگڑے ہوئے حالات کسی لحاظ سے بھی درست ہو سکتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پورے ملک میں خوفناک بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے مگر عقل کے یہ اندھے اصلاح احوال کے بجائے اپنے اقتدار کے تحفظ کی فکر کرتے ہیں اور اس مقصد کے لیے نہایت گھٹیا سے گھٹیا حربے استعمال کرتے ہیں۔ عوام کی زبانوں پر پہرے بٹھائے جاتے ہیں، ان پر مختلف طریقوں سے عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا ہے، معاشرے کے ضمیر فروش افراد کو تلاش کر کے اُنہیں اپنے ساتھ ملایا جاتا ہے، پولیس، فوج اور نوکر شاہی کو اپنے اصل فرائض سے ہٹا کر ایک شخص کے اقتدار کو تحفظ دینے پر مامور کر دیا جاتا ہے۔ جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ حالات مزید بگڑنے لگتے ہیں۔ صاحبِ اقتدار اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے جس قدر زیادہ ظلم کرتا ہے اسی قدر وہ عوام کی نظروں میں گرتا چلا جاتا ہے۔ اس کا مداوا وہ کوئی تعمیری قدم اٹھا کر نہیں کرتا بلکہ عوام پر دستِ ظلم دراز کر کے اور ظالموں کی تائید حاصل کر کے کرتا ہے۔

یہ بے ضمیر، خوشامدی اور ظلم و استبداد کی حمایت کرنے والے افراد صاحبِ اقتدار کی آنکھ کا تارا بن کر ناجائز مراعات حاصل کرنے کی غرض سے ہمیشہ اُسے غلط راہ پر ڈالتے رہتے ہیں۔ تاکہ وہ کوئی صحیح قدم اٹھا کر عوام کے اندر مقبولیت حاصل نہ کرے اور اس طرح ان کی تائید سے بے نیاز نہ ہو جائے۔

یہ صورت حال اقتصادی بحران کی طرح ایک شیطانی چکر ہے جس سے نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ حرص اقتدار غیر مسئول اختیارات کے حصول کی خواہش پیدا کرتی ہے۔ اس خواہش کی وجہ سے انسان کے اندر دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے اور اپنے آپ کو خدا بنانے کا ناپاک جذبہ ابھرتا ہے۔ جس کی بنا پر انسان

(باقی صفحہ ۴۸ پر)

© rasailojaraid.com